

## HABIBIA ISLAMICUS

(The International Journal of Arabic & Islamic Research) (Quarterly) Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN:2664-4916 (P) 2664-4924 (E) Home Page: <http://habibiaislamicus.com>

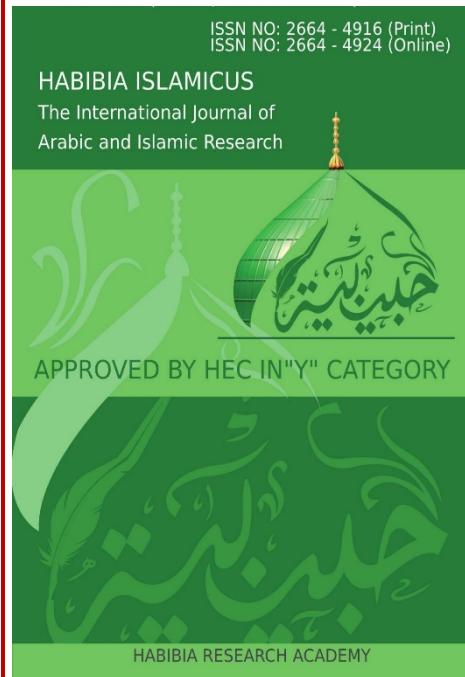
Approved by HEC in Y Category

Indexed with: IRI (AIU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.

PUBLISHER HABIBIA RESEARCH ACADEMY  
Project of JAMIA HABIBIA INTERNATIONAL,  
Reg. No: KAR No. 2287 Societies Registration  
Act XXI of 1860 Govt. of Sindh, Pakistan.

Website: [www.habibia.edu.pk](http://www.habibia.edu.pk),

This work is licensed under a [Creative Commons Attribution 4.0 International License](https://creativecommons.org/licenses/by/4.0/).



### TOPIC:

**TRADE DURING THE MUBARAK ERA OF THE RIGHTLY GUIDED CALIPHS**

خلفاء راشدین کے عہد مبارک میں تجارت

### AUTHORS:

- 1- Hayat Mohammad, Doctor, Mufti, Professor of Tafsir Hadith and Fiqh, Fiqha Academy AL- Hikma Waqf, Pakistan, Email ID: [hayatsumama@gmail.com](mailto:hayatsumama@gmail.com)
- 2- Abdur Rahman Khan Assistant Professor Islamic Studies, Faculty of Liberal Arts and Human Sciences, Ziauddin University Karachi. Email: [abudurrehman@zu.edu.pk](mailto:abudurrehman@zu.edu.pk) Orcid ID: <https://orcid.org/0000-0001-7005-2605>
- 3- Dr. Muhammad Mashhood Ahmed, Audit Officer, University of Karachi. Email: [mashhood\\_87@hotmail.com](mailto:mashhood_87@hotmail.com) Orcid ID: <https://orcid.org/0000-0002-0025-3281>

**How to Cite:** Muhammad, Hayat, Abdur Rahman Khan and. Muhammad Mashhood Ahmed, 2022. "TRADE DURING THE MUBARAK ERA OF THE RIGHTLY GUIDED CALIPHS: خلفاء راشدین کے عہد مبارک میں تجارت". *Habibia Islamicus (The International Journal of Arabic and Islamic Research)* 6 (2):1-20. <https://doi.org/10.47720/hi.2022.0602u01>.

URL: <https://habibiaislamicus.com/index.php/hirj/workflow/index/266/1>

Vol. 6, No.2 || April –June 2022 || P. 1-20

Published online: 2022-05-20

QR. Code



## TRADE DURING THE MUBARAK ERA OF THE RIGHTLY GUIDED CALIPHS

خلفاء راشدین کے عہد مبارک میں تجارت

Hayat Mohammad,

Abdur Rahman Khan,

**ABSTRACT:**

Business and trade is one of the basic necessities of human life; without it, human life is unfinished. It is difficult to imagine a civilized humane society where there is no trade or business existed. One can also envisage how essential and important is trade from the Quranic verses and hadiths related to the trade and business. The Islamic jurists have worked hard to deduce the solutions related to trade; their hard work can only be recognized by understanding their books on trade and Islamic economics. This article discusses the Islamic concept of business and trade in detail especially during the reign of the four rightly guided caliphs.

**KEYWORDS:** Business, Trade, Islamic Economics, Rightly Guided caliphs

تمہید: تجارت کتنی اہم ہے اور کتنی ضروری ہے اس کا اندازہ آپ ان آیات سے جو قرآن مجید میں تجارت سے متعلق ہیں اور ان کثیر احادیث سے جو حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں اور فقہ کی کتابوں میں فقہاء کے مستقل ابواب باندھنے اور سینکڑوں و ہزار مسائل تجارت سے متعلق بیان کرنے سے لگاسکتے ہیں، اس امت کے فقہاء نے تجارت سے متعلق مسائل کے استنباط کرنے میں بڑی محنت کی ہے، ان کی کتابیں پڑھ کر ہی ان کی محنتوں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، تجارت انسان کی ضروریات میں سے ہے، اس کے بغیر حیات انسانی نامکمل ہے، ایسا انسانی معاشرہ کا وجود ہی نہیں ہو سکتا جہاں تجارت نہ ہو، اس کی اسی اہمیت و ضرورت کے پیش نظر شریعت نے تجارت سے متعلق احکامات تفصیل کے ساتھ بیان کیے، چنانچہ تجارت کی اہمیت کے پیش نظر اس آرٹیکل میں خلفاء راشدین کے عہد مبارک میں تجارت پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

داخلی تجارت: خلفاء راشدین کی خلافت میں داخلی تجارت پر توجہ دی گئی، خاص طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں، مناسب ہے کہ اس کی تفصیل عنوان کی صورت میں ذکر کی جائے۔

1. تجارت کی ترغیب: حضرت عمر رضی اللہ عنہ تجارت کو ثلث ملک اور ایک روایت میں نصف المال بیان فرمایا ہے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار گئے وہاں پر آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ غلام تجارتی سرگرمیوں پر چھائے ہوئے ہیں اور انہوں نے یہ محسوس کیا ہے کہ قریش تجارتی سرگرمیوں سے بے اعتنائی برت رہے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے اس عمل کو ناپسند کیا اور قریش کو مخاطب کر کے فرمایا: یہ غلام (سیرین) اور ان جیسے لوگ تجارتی سرگرمیوں میں تم پر غالب نہ آجائے، کیونکہ تجارت ثلث ملک اور ایک روایت میں نصف المال ہے۔<sup>1</sup> حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: "اگر یہ خرید و فروخت نہ ہوتی تو تم لوگوں پر بوجھ ہوتے" یعنی کھانے پینے اور پہننے وغیرہ میں دوسرے لوگوں کا محتاج ہوتے۔<sup>2</sup> حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: "اللہ کے راستے میں قتل ہونے کے بعد میں مجھے یہ پسند ہے کہ اپنی سواری پر موت آجائے کہ میں اللہ کا فضل (تجارت) طلب کرنے کے لیے سفر کر رہا ہوں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: "علیکم بالجمال" اونٹوں کو لازم پکڑو، "واستصلاح المال" اور مال کی اصلاح کرو "وایاکم وقول: لا ابالی" اور مجھے مال وغیرہ کی پروا نہیں کے قول سے بچو۔ یعنی اقتصادی سرگرمیاں توکل کے منافی نہیں ہے۔<sup>3</sup> حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: (جو عبادت میں لگے ہوئے تھے اور معاش کی طلب میں کوتاہی کرتے تھے اور دوسرے لوگوں پر بوجھ بن گئے تھے) "اے قراء کی جماعت! اپنے سروں کو اٹھاؤ، راستہ واضح ہو چکا، اللہ کے راستے میں خیرات و صدقات کرنے میں مسابقت کرو اور مسلمانوں پر بوجھ مت بنو"۔<sup>4</sup> جب مسلمانوں کو ایران سے مقابلے کے لیے بھیجا جا رہا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ مسلمانو! تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ حجاز کی سرزمین میں تمہاری بودوباش کی ضرورت یہی صورت ہو سکتی ہے کہ تم چارے کی تلاش میں ادھر ادھر گھومتے رہو، اس کے سوا یہاں کوئی معاش کا ذریعہ نہیں ہے۔

حضرت جریر بن عبد اللہ بجلي رضی اللہ عنہ جو کہ ایک جلیل القدر صحابی اور قبیلہ بجليہ کے سردار تھے، اپنے قبیلے کو لے کر شام میں بس جانا چاہتے تھے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ شام کے مقابلے میں عراق کی زمین زرخیز ہیں، لہذا ان کو مشورہ دیا کہ) وہاں (شام میں) تمہاری ضرورت نہیں ہے عراق جاؤ عراق، اس ملک کو چھوڑ دو جس کی شان و شوکت خدا نے کم کر دی ہے، اس قوم سے جہاد کے لیے بڑھو جس نے معیشت کے تمام دروازوں پر قبضہ کر رکھا ہے، خدا کی ذات سے امید ہے کہ وہ اس سے تم کو بھی حصہ دے گا اور تم بھی دوسروں کی طرح معاش کے وسائل سے بہرہ مند ہو گے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب وہ بلادِ عجم کو فتح کرنا چاہتے تھے کھڑے ہو کر ایک تقریر کی جس میں مسلمانوں کو بلادِ عجم کے فتح کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے کہا کہ: عرب کے ملک میں کیا دھرا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہاں (عراق) میں مٹی کے تودوں کی طرح کھانے کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں، خدا کی قسم! اگر جہاد اور خدا کے نام کی تبلیغ ہم پر فرض نہ ہوتی، بلکہ صرف طلب معاش کی ہم تو ضرورت ہوتی تب بھی میں تم کو یہی مشورہ دیتا کہ ان شاداب علاقوں کے لیے لڑو اور ان کے مالک بن جاؤ اور بھوک اور غذائی قلت کا تحفہ ان کاہلوں کے لیے چھوڑ دو جو تمہاری جدوجہد میں شریک ہونے سے جی چراتے ہیں۔<sup>5</sup> خلفاء راشدین کی خلافت میں غیر مسلم (ذمی) تاجروں کی حوصلہ افزائی کی گئی، جیسے مثال کے طور پر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے اہل بعلبک (شہر کا نام ہے جو کہ لبنان میں واقع ہے) جو معاہدہ کیا تھا وہ یہ تھا کہ اہل بعلبک کی جانیں اور ان کے اموال، ان کے عبادت خانے اور ان کے گھر خواہ شہر کے اندر ہوں یا باہر (یہ تمام مذکورہ چیز) امن میں ہوں گی (یعنی ان چیزوں کو کچھ نہیں کہا جائے گا) اور ان میں جو تاجر ہیں وہ مسلمانوں کے علاقوں میں جہاں چاہے جا سکتے ہیں۔<sup>6</sup>

2. تاجروں کو نصیحتیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: "اگر میں تاجر ہوتا تو عطر کی تجارت کرتا اگر مجھے نفع نہ ہوتا تو اس کی خوشبو تو سونگھنے کو ملتی"۔<sup>7</sup>

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: "جو شخص کسی چیز کی تجارت تین مرتبہ کرے اور اسے فائدہ نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس چیز کی تجارت چھوڑ دے اور کسی دوسری چیز کی تجارت شروع کر دے"۔<sup>8</sup> حضرت عمر رضی اللہ عنہ تاجروں کو اس چیز کی تجارت کو جاری رکھنے کی تلقین کیا کرتے جس میں ان کو نفع ہوتا تھا۔<sup>9</sup> حضرت عمر رضی اللہ عنہ تاجروں کو ترغیب دیا کرتے تھے کہ زمین میں پھر و اور ایک شہر کی چیزیں دوسرے شہر میں لے جا کر فروخت کرو، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: "... زمین میں (تجارت کی غرض سے) پھر و اور مختلف جگہوں اور علاقوں سے تجارتی سامان لا کر جس طرح تم چاہو فروخت کرو"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جو ہمارے ہاں (باہر سے) سامان فروخت کرنے آئے تو اس کو اختیار ہے کہ وہ جس طرح چاہے اپنے سامان کو فروخت کرے، وہ میرا (عمر) مہمان ہے، یہاں تک کہ وہ ہمارے علاقے سے چلا جائے اور وہ ہمارے ساتھ حصول معاش میں شریک ہے، لیکن وہ ہمارے بازار میں ذخیرہ اندوزی کر کے سامان فروخت نہ کرے"۔<sup>10</sup>

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: "کوئی ہمارے بازار میں ذخیرہ اندوزی نہ کرے، جن لوگوں کے ہاتھ میں حاجت سے زیادہ سونا (نقدی) ہے، وہ اللہ کے رزق میں سے کسی رزق کو جو ہمارے ملک میں آئے خرید کر ذخیرہ نہ کریں، بلکہ جو شخص تکلیف اٹھا کر ہمارے ملک میں غلہ لائے گرمی یا جاڑے میں تو وہ عمر کا مہمان ہے، جس طرح اللہ کو منظور ہو بیچے اور جس طرح اللہ کو منظور ہو رکھ چھوڑے"۔<sup>11</sup>

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعض لوگوں کو جو ذخیرہ اندوزی کرنے سے باز نہیں آتے تھے، ان کو سزا بھی دی جیسے امیہ بن یزید الاسدی اور مزینہ آزاد کردہ غلام دونوں مدینہ منورہ میں غلہ ذخیرہ کیا کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں کو مدینہ منورہ سے نکال دیا۔<sup>12</sup> حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کام کی زیادہ حوصلہ افزائی کیا کرتے جس سے مسلمانوں کے لیے زیادہ فائدہ ہوتا، مثلاً آپ رضی اللہ عنہ سامان تجارت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے والے تاجروں کی حوصلہ افزائی کیا کرتے تھے، کیونکہ اس سے مختلف جگہ کے مسلمان مستفید ہوتے ہیں، بخلاف اس کے کہ تاجر ایک ہی جگہ بیٹھ کر تجارت کرے، کیونکہ اس سے صرف اس جگہ کے رہنے والے لوگ مستفید ہوتے ہیں، چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ میں غلہ وغیرہ دوسرے علاقوں سے پہنچایا گیا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان تاجروں کے لیے برکت کی دعا فرمائی جو غلہ مختلف جگہوں سے خرید کر مکہ مکرمہ لائے تھے، کیونکہ اس میں مسلمانوں کے لیے فائدہ ہے۔<sup>13</sup>

3 تجارت سے متعلق شرعی احکام کے جاننے کی پابندی: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس شخص کو اقتصادی سرگرمیاں جاری رکھنے سے منع فرماتے جو تجارت وغیرہ کے احکامات کو جانتا نہ تھا، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہمارے بازار میں صرف وہی شخص (اشیاء) کو بیچے جو دین (تجارت وغیرہ) کے احکامات کو جانتا ہو"۔<sup>14</sup>

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو کوڑے مارتے تھے جو بازاروں میں تجارت کرتے اور اس کے احکامات نہیں جانتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: "ہمارے بازار میں وہ شخص نہ بیٹھے جو سود کو نہ جانتا ہو"۔<sup>15</sup>

کیونکہ جو شخص تجارت کے احکامات نہ جانتا ہو تو اس کا حرام میں واقع ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے اس کی تجارت سے برکت اٹھ جائے گی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو گا اور اس کی دنیا و آخرت تباہ ہو جائے گی۔

1. **سامان تجارت کی صفات ظاہر کرنا:** ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے آزاد کردہ غلام (وہ غلام کپڑوں کی تجارت کیا کرتا تھا) پر گزرے اور اس سے کہا کہ: "جب تم بڑا کپڑا (گاہک کو دکھلاؤ تو) کھڑے ہو کر اس کپڑے کو پھیلاؤ اور جب چھوٹا کپڑا (دکھلاؤ) تو بیٹھ کر اس کپڑے کو پھیلاؤ" (یہ سن کر) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے آل عمر! اللہ سے ڈرو، تو اس کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: "اگر سامان تجارت کو فروخت کرنے میں اس کی صفات ظاہر کر دی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں"۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار گیا تو ان کا گزر ایک غلام پر ہوا جو کھجوریں بیچ رہا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کہا کہ: "ان کھجوروں کو پھیلا دو (تاکہ خریدنے والوں کو بھلی معلوم ہو)۔" <sup>16</sup> یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیع کو مزین کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا، بشرطیکہ مشتری کو دکھو کہ نہ ہو۔

2. **بازار کے محتسب و مکران:** حکومت کی طرف سے بازار میں خرید و فروخت کرنے والوں پر نظر رکھی جاتی تھی اور حکومت کی طرف سے بازار پر نگرانی کرنے والا شخص مقرر کیا جاتا، جو بازار کے تجارتی معاملات پر نظر رکھتا تھا اور اس شخص کو "صاحب السوق" کہا جاتا تھا اور جو کہ "المحتسب" کے نام سے پہچانا جاتا تھا، اس کی خواہش ہوتی کہ تاجر حضرات اپنے معاملات دینی قواعد و اصول کے تحت سرانجام دیں اور وزن کرنے کے آلات اور ماپنے کے آلات کا جائزہ اور معائنہ کرے، اس کے علاوہ دوسری تجارتی سرگرمیوں پر بھی نظر رکھتے تھے۔ جب جناب نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں ہجرت فرمائی تو سب سے پہلا کام مسجد بنانے کا فرمایا، پھر آپ علیہ السلام نے پوچھا کہ بازار کہاں ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہود کے بازار کی طرف اشارہ کیا، پھر آپ علیہ السلام نے مسلمانوں کے لیے ایک خاص جگہ پر بازار بنانے کا حکم دیا، پس مسجد اور بازار پہلی وہ چیزیں ہیں جن کو آپ علیہ السلام نے سب سے پہلے دولت اسلامیہ میں تعمیر کروایا، اس میں مسلمانوں کے اجتماعی اور اقتصادی زندگی کے مستقل ہونے کی طرف اشارہ ہے، پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: "یہ تمہارے بازار ہیں، پس ان میں کوئی چیز نہ کم کی جائے اور نہ ان پر خراج (ٹیکس) مقرر کیا جائے"۔ <sup>17</sup> اس حدیث میں حکمران کے ذمہ بازار سے متعلق دو کام لگائے گئے، ایک یہ کہ ایسا انتظام ہونا چاہیے کہ خرید و فروخت کے دوران ناپ تول میں کمی نہ ہو اور دوسری یہ بات کہ بازار والوں پر کوئی ٹیکس مقرر نہ کیا جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ ایک ایسے آدمی پر سے گزرے جو غلہ بیچ رہا تھا، آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ: تم غلہ کیسے بیچتے ہو؟ تو اس آدمی نے آپ ﷺ کو غلہ بیچنے کا طریقہ بتایا، آپ ﷺ کی طرف وحی کی گئی کہ اپنا ہاتھ اس غلہ (کے ڈھیر میں) داخل کریں، جب آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس غلہ (کے ڈھیر میں) داخل کیا تو وہ تر تھا (یعنی غلہ

اوپر سے خشک تھا اور اندر سے تر تھا) تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔<sup>18</sup> اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام خود بازار تشریف لے جاتے تھے اور نامناسب امور کی اصلاح فرماتے تھے۔

خلفاء راشدین کے زمانے میں تولنے اور پیمائش کے مختلف آلات کو ختم کر کے ایک ہی تولنے اور پیمائش کرنے کا آلہ رائج کیا گیا اور ان ہی کے زمانے میں امن و امان اور مملکت کے اندر مواصلات کا بہترین انتظام قائم کر کیا گیا، چور، ڈاکو اور رہزن وغیرہ کو شرعی سزائیں دی جاتی تھیں اور سرحدوں پر تجارت میں حائل رکاوٹیں زائل کی گئی، ان تمام مذکورہ کاموں کی وجہ سے تجارتی سرگرمیوں میں بہت اضافہ ہوا۔<sup>19</sup>

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود بھی تجارتی معاملات پر نظر رکھا کرتے تھے، چنانچہ مالک ابن اوس سے روایت ہے کہ: وہ ایک ایسے شخص کی تلاش میں تھے جو ان سے سودینار لے کر اس کے بدلے میں چاندی دے دے، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے ان کو بلایا اور دونوں سودینار کے بدلے میں چاندی کی مقدار پر متفق ہو گئے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے سونا لیا اور اسے اپنے ہاتھوں الٹ پلٹ کر رہے تھے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے خزانچی کا انتظار کر رہے تھے، تاکہ وہ چاندی لے کر آئے تو مالک بن اوس کے حوالے کی جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس جگہ موجود تھے، انہوں نے ان دونوں کو علیحدہ ہونے سے منع فرمایا، یہاں تک کہ ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے اپنے حق پر قبضہ نہ کر لے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: "الذهب بالورق" کہ سونے کو چاندی کے عوض میں لینا سود ہے، مگر یہ کہ ہاتھ در ہاتھ ہو۔<sup>20</sup> حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں اپنے گورنروں کو حکم دیا تھا کہ: شہر میں مسلمانوں کے لیے ایک بازار قائم کیا جائے جس میں وہ خرید و فروخت کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود بازار جا کر وہاں کے معاملات دیکھا کرتے تھے اور ان کے ہاتھ میں کوڑا ہوا کرتا تھا اور تاجروں کو اپنے معاملات اچھے طریقے سے انجام دینے کی نصیحت کرتے اور ان کو جھوٹ، دھوکہ، خیانت، ذخیرہ اندوزی وغیرہ سے منع فرماتے، انہوں نے بعض لوگوں کو بازاروں کا نگران مقرر کر رکھا تھا؛ تاکہ وہ لوگوں کے معاملات پر نظر رکھے کہ کہیں غیر اسلامی طریقہ سے خرید و فروخت تو نہیں کر رہے ہیں، بازار کے ریٹ سے کم تو نہیں بیچ رہے، تاکہ تاجروں کی حقوق کی حفاظت ہو اور طلب و رسد پر نظر رکھنا ممکن ہو سکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اشیاء کی قیمتوں پر خوب نظر رکھا کرتے تھے اور دوسرے علاقوں سے جو لوگ آتے ان سے بھی وہاں کی چیزوں کی قیمتوں کے بارے میں پوچھا کرتے تھے، کیونکہ قیمتوں کی زیادتی یہ افراط زر کا سبب بنتی ہے، جس کی وجہ سے قوت خرید میں کمی آتی ہے، جو کہ اقتصاد کے لیے نقصان دہ چیز ہے۔<sup>21</sup>

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے بازار میں یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ جو شخص بازار میں پہلے آئے اور بازار میں جہاں جگہ پائے، وہ جگہ اس دن اس شخص کی ہوگی اور اگر وہ شخص اس دن اس جگہ کو چھوڑ کر چلا جائے، تو اس کے بعد جو بھی شخص اس جگہ کو پائے، وہ جگہ اس پانے والے کے لیے ہوگی، چنانچہ الاصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ: میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار کی طرف گیا، انہوں نے دیکھا کہ بازار والوں نے اپنی اپنی جگہوں کو قبضہ اور گھیرے میں لے رکھا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: یہ کیا معاملہ



ہے؟ لوگوں نے کہا کہ: بازار والوں نے اپنی اپنی جگہوں کو قبضہ کر رکھا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ جگہیں ان کی ملکیت تو نہیں ہیں، مسلمانوں کا بازار ایسا ہے جیسا کہ مسلمانوں کا مصلیٰ، جو پہلے آکر جو جگہ پائے، وہ اس کی ہوگی صرف اس دن کے لیے، یہاں تک کہ وہ اس جگہ کو چھوڑ دے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسی قول پر عمل ہوتا رہا یہاں تک کہ ۶۹ ہجری کو جب زیاد بن ابیہ (جو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بصرہ اور کوفہ کے گورنر تھے) گورنر مقرر ہوئے تو انہوں نے یہ اصول جاری کیا کہ جو شخص جس جگہ پہلے آکر بیٹھ گیا، وہ جگہ اسی کی ہوگی جب تک وہ اس بازار میں تجارت کرتا رہے گا۔<sup>22</sup>

چونکہ بازار میں غیر دیندار لوگ بازار کی آزاد صورت حال سے فائدہ اٹھا کر ذاتی اغراض کی خاطر دھوکہ دہی، ذخیرہ اندوزی وغیرہ جیسے ہتھکنڈوں سے بازار کی آزادی کو متاثر کر سکتے ہیں، اس کے سد باب کے لیے ایک طرف تو اسلام نے بیوع کی شکلیں متعارف کروائی ہیں، جن میں خرید و فروخت کے پاکیزہ طریقے وضع کیے گئے، تاکہ بازار کی سلامتی کے ساتھ ساتھ اس کی آزادی بھی قائم ہو سکے اور بازار اقتصادی بحرانوں میں مبتلا ہونے سے بچ کر عمومی طور پر معاشرے کے لیے نفع مند ہو سکے۔ دوسری طرف بازار کے لیے محتسب کا عہدہ قائم کیا، تاکہ بازار کو خرابیوں سے بچانے کے لیے نگرانی کی جاسکے کہ خرید و فروخت میں دھوکہ نہ دیا جا رہا ہو، بازار کی قدرتی قیمت کو متاثر نہ کیا جا رہا ہو، تلقی جلب اور بیع نجش سے بازار کو محفوظ رکھا جائے اور جو بیوع حرام ہیں مثلاً ربا، عزرو غیرہ ہتھکنڈوں کو استعمال کرنے کی تجارت نہ کی جا رہی ہو۔

### بازار کے نگران کے اہم کام:

- (۱) بازار میں جانے والوں کے لیے اپنی رضامندی و آزادی کو محفوظ بنانا۔
- (۲) اس بات کی نگرانی کہ خرید و فروخت میں بیان اور وضاحت سے کام لیا جا رہا ہو۔
- (۳) جھوٹی اشتہار بازی سے سامان کو رائج کرنے کی کوشش میں دخل اندازی کر کے اس رائج کرنے والے کو کاروبار میں جھوٹ سے روکنا، چنانچہ حدیث میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ: تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے بات نہیں فرمائے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا، ان کے لیے عذاب دردناک ہے، آپ علیہ السلام نے اس جملہ کو تین مرتبہ فرمایا: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: وہ سب ہلاک ہو گئے یا رسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: گالی دینے والا، احسان جتلانے والا اور ہر سامان کو جھوٹی قسموں کے ساتھ چلانے والا۔<sup>23</sup>
- (۴) ناپنے، وزن اور پیمائش کرنے کے آلات کی نگہبانی کرنا اور ان میں اونچ نیچ کرنے سے روکنا۔
- (۵) ثالثی اور دلالی کے کاموں کا بازار میں منظم کرنا کہ بازار میں سامان کے پہنچنے سے قبل اسے حاصل کرنے سے روکنے، جھوٹ کا بازار میں رائج نہ ہونے اور عیب کا ظاہر کیے جانے اور شہری کا دیہاتی کا سامان کو فروخت کرنے سے روکنے کے ذریعے بازاروں کو منظم کرنا کہ بازار میں صحیح روح کے ساتھ طلب و رسد کے قدرتی نظام کے تحت سامان خرید اور بیچا جا رہا ہو۔

(۶) بازار میں آزادی سے ہر کسی کے داخل ہونے اور نکلنے کو یقینی بنانا، یعنی بازار کے راستے سے ضرر دینے والی اشیاء و رکاوٹوں کا ہٹانا۔  
(۷) اس بات کو یقینی بنانا کہ ذخیرہ اندوزی اور خرید و فروخت کی ممنوع شکلوں اور قیمت کی ناجائز تعیین سے لوگ منع ہو جائیں، ضرورت پڑنے پر قیمت کی تعیین کرنا اور قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کی نگرانی کرنا وغیرہ۔<sup>24</sup>

اسلام میں اجرتوں کا تعیین: اسلامی تعلیمات و احکامات پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے بازار کی قوتوں یعنی طلب و رسد کے قوانین کو معیشت کے مسائل کے حل کے لیے فی الجملہ تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: [الزخرف: ۳۲]  
تَحْنُ فَسَمَنَّا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا] [الزخرف: ۳۲]  
ترجمہ: ہم نے ان کے درمیان معیشت کو تقسیم کیا ہے اور ان میں سے بعض کو بعض پر درجات میں فوقیت دی ہے، تاکہ ان میں سے ایک دوسرے سے کام لے سکے۔

طلب و رسد کا یہ خود کار نظام اشیاء صرف، مصنوعات اور آجر و اجیر کے درمیان عمل دخل رکھتا ہے؛ کیونکہ تاجروں، صنعتکاروں اور زمینداروں کو اجیر و مزدور کی ضرورت ہوتی ہے اور مزدور کو روزگار کی طلب ہوتی ہے، ان دونوں کی طلب ایک دوسرے کو روزگار فراہم کرتی ہے، اگر کسی جگہ کوئی چیز کم ہو اور اس کی طلب زیادہ ہو تو اس کی قیمت زیادہ ہوتی ہے، اسی طرح اگر کسی جگہ افرادی قوت کم ہو اور وسائل زیادہ ہوں تو ب وہاں اجرتیں زیادہ ہوتی ہیں اور اگر کسی جگہ افرادی قوت زیادہ ہوں اور وسائل کم ہوں تو پھر تنخواہیں کم ہوتی ہیں۔  
طلب و رسد (Supply and demand) کی بنا پر ہر شخص پر فیصلہ کرتا ہے کہ میرے ذمہ جتنی ذمہ داریاں ہیں اس کی اجرت کتنی ہونی چاہیے، کس چیز کی کیا قیمت ہونی چاہیے، شریعت نے ذرائع معاش کی تقسیم کا کام نہ تو سوشلزم کی طرح حکومت و افسر شاہی کے رحم و کرم پر چھوڑا ہے اور نہ ہی جاگیر داری اور سرمایہ داری نظام کی طرح چند خاندانوں اور چند افراد کے ہاتھوں ساری دولت سمیٹنے کا موقع فراہم کیا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے دنیا کا نظام ہی ایسا بنایا ہے کہ اگر حکومت یا بااثر طبقات کی طرف سے ارتکاز دولت کی بنا پر اجارہ داریاں (Monopaly) قائم کر کے مصنوعی رکاوٹیں کھڑی نہ کی جائیں تو ہر شخص اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے دوسروں کو اتنا دینے پر مجبور ہو گا جتنے کے وہ مستحق ہیں، البتہ طلب و رسد کے قدرتی نظام کے تحت تو ان حیلوں اور بہانوں سے بچنا ضروری ہے جس سے اس کی آزادی میں خلل واقع ہوتا ہو، اگر اشیاء کی قیمتوں کا تعیین طلب و رسد کے قدرتی نظام کے تحت ہوں اور طلب و رسد مصنوعی اتار چڑھاؤ اور اجارہ داری (Monopaly) سے پاک ہو تو اشیاء کی قیمتوں کا صحیح تعیین خود بخود ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جناب نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں چیزوں کے دام بڑھ گئے، صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ ہم لوگوں کے لئے نرغ مقرر فرمادیں، آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ ہی نرغ مقرر فرمانے والا، روکنے والا، کھولنے والا اور روزی دینے والا ہے، میری تو آرزو ہے کہ میں اپنے پروردگار سے اس حال میں ملوں کہ تم میں سے کوئی اپنے خون یا مال کا مجھ سے طلب گار نہ ہو۔"<sup>25</sup>



مذکورہ حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "طلب و رسد" کی فطری قوتوں کو آزاد چھوڑا ہے اور مصنوعی طریقوں سے قیمتوں پر کنٹرول کو پسند نہیں فرمایا ہے۔ اگر کچھ پابندیاں عائد ہوں تو "طلب و رسد" کا قانون ان خرابیوں سے بچ سکتا ہے جو طلب و رسد میں بگاڑ پیدا کرتی ہیں جس کی وجہ سے اشیاء کی قیمتوں اور اجرتوں میں صحیح تعین نہیں ہو پاتا، اگر ان خرابیوں سے بچ کر طلب و رسد کی بنا پر اشیاء کی قیمتوں اور اجرتوں کا تعین کیا جائے تو وہ صحیح اور حقیقی قیمت اور اجرت قرار دی جائے گی۔

(۱) خدائی پابندیاں: اسلام نے معاشی سرگرمیوں پر حلال و حرام کی کچھ ایسی ابدی پابندیاں عائد کی ہیں جو ہر زمانہ اور ہر جگہ نافذ العمل ہیں، مثلاً سود، قمار، سٹہ، ذخیرہ اندوزی وغیرہ، اسی طرح اجارہ کے اندر اجرتوں کے تعین میں بھی خدائی پابندیاں عائد ہیں، مثلاً اجرت کا معلوم ہونا، اجرت کا حلال ہونا وغیرہ۔

(۲) ریاستی پابندیاں: شریعت نے کچھ پابندیاں تو خود لگائی ہیں اور کچھ پابندیوں کا اختیار حکومت کو دیا ہے کہ وہ کسی مصلحت اور فائدے کے تحت کسی ایسی چیز کو بھی ممنوع قرار دے سکتی ہے جو کہ شرعاً ممنوع نہیں تھی، حکومت کو مباحات پر پابندی عائد کرنے کا یہ اختیار غیر محدود نہیں ہے، بلکہ اس کے کچھ اصول و ضوابط ہیں، جیسے کہ حکومت کا وہی حکم واجب التعمیل ہے جو قرآن و حدیث کے کسی حکم سے متصادم نہ ہو، دوسرا یہ کہ حکومت کو اس قسم کی پابندی عائد کرنے کا اختیار صرف اس وقت ملتا ہے جب کوئی اجتماعی مصلحت اس کی داعی ہو، چنانچہ ایک فقہی قاعدہ ہے کہ: "تصرف الامام منوط بالمصلحة" کہ عوام پر حکومت کے اختیارات مصلحت کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں، لہذا اگر کوئی حکومت کسی اجتماعی مصلحت کے بغیر کوئی پابندی عائد کرے تو یہ پابندی جائز نہیں اور قاضی کی عدالت سے اس کو منسوخ کرایا جاسکتا ہے۔

غرض اجرتوں اور اشیاء کی قیمتوں کے تعین اسلام کے نقطہ نظر کا حاصل یہ ہے کہ شریعت کی نظر میں اجرتوں اور اشیاء کی قیمتوں کے تعین میں نہ اتنی سختی ہے کہ عام انسان کو اس کے تعین کا کوئی اختیار ہی نہ ہو، جیسا کہ اشتراکیت میں تھا اور نہ ہی سرمایہ داری نظام کی طرح مکمل آزادی ہے کہ ذاتی منافع کی خاطر انسان جو چاہے طریقہ کار اپنائے، بلکہ اسلام کی نظر میں طلب و رسد کچھ پابندیوں کے ساتھ آزاد ہے تاکہ اس سے سرمایہ دارانہ نظام کی خرابیوں کا سد باب ہو سکے، لہذا اگر شریعت کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق جب اشیاء کی قیمتوں کا اور اجرتوں کا تعین کیا جائے گا تو اشیاء کی قیمتیں اور اجرتیں وغیرہ نہ صرف قابل قبول ہوں گی بلکہ ان کا یہ انداز معیشت کی خوشحالی کی طرف گامزن ہو گا۔<sup>26</sup>

خلاصہ: حکومت کے لیے تسعیر یعنی اشیاء کی قیمتیں مقرر کرنے کی گنجائش درج ذیل شرائط کے ساتھ ہیں:

(۱) اشیاء کی قیمتوں کا اتار چڑھاؤ قانون طلب و رسد کے ذریعے قدرتی نہ رہے بلکہ ناجائز ذرائع مثلاً ذخیرہ اندوزی، بخش تعلق جلب وغیرہ سے مصنوعی ہو جائے۔

(۲) تاجر روزمرہ کی اشیاء ضروریہ کی قیمتوں کو حد سے زیادہ بڑھانے لگیں۔

(۳) تسعیر (قیمتوں کی تعیین) کے علاوہ تاجروں کو مذکورہ چیزوں سے باز رکھنے کی کوئی اور صورت ممکن نہ ہو۔

(۴) تسعیر ایسے لوگوں کے مشورے سے ہو جن کو بازاری امور میں مہارت ہو اور ان کے دل میں عامۃ الناس کی خیر خواہی ہو، لہذا اگر مذکورہ شرائط میں سے کوئی بھی شرط ترک کی جائے تو تسعیر کرنے والے حکام گناہ گار ہوں گے۔<sup>27</sup>

حضرت سعید بن المسیب علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ (بازار میں) حاطب بن ابی بلتعہ کے پاس سے گزرے جو کشمش بیچ رہے تھے اور وہ بازار کے ریٹ سے کم پر کشمش بیچ رہے تھے، اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ: یا تو (ان کشمش کی) قیمت بڑھاؤ اور یا ہمارے بازار سے چلے جاؤ۔<sup>28</sup> حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو کہ غلہ وغیرہ بیچ رہا تھا (اور بازار ریٹ سے) کم پر بیچ رہا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ہمارے بازار سے نکل جا اور جس قیمت پر چاہو بیچو۔<sup>29</sup>

**مچھلی کے شکار کی تحسین:** حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مچھلی کے شکار کی بھی تعریف و تحسین فرمائی کہ اور لوگوں کو مچھلی کے شکار کی ترغیب دی کہ، چنانچہ جب انہوں نے لوگوں کو مچھلی کا شکار کرتے ہوئے دیکھا، تو فرمایا کہ: اللہ کی قسم! میں نے آج کے دن کی طرح کمائی (مچھلی کے شکار) سے زیادہ اچھی یا حلال کمائی نہیں دیکھی۔<sup>30</sup>

**تجارت خارجہ:** جس طرح ایک فرد اپنی بقاء اور ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے دوسرے افراد معاشرہ کا محتاج ہے، اسی طرح ایک ملک اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے دوسرے ممالک کا محتاج ہے، اس کی مصلحت خالق کائنات نے غالباً اس میں رکھی ہے کہ دنیا کے مختلف ممالک میں روابط استوار رہیں، کیونکہ جب تک وہ ایک دوسرے کی اشیاء کے محتاج رہیں گے وہ ایک دوسرے سے امن اور دوستی کی فضاء کے خواہاں ہوں گے۔

تجارت خارجہ کی خالصتاً معاشی وجوہ جو معیشت دان بتاتے ہیں ان کے مطابق مختلف ممالک میں تجارت علاقائی تقسیم کار یعنی مختلف ممالک میں مختلف اشیاء تیار کرنے میں مہارت حاصل کر لیتے ہیں، آب و ہوا قدرتی وسائل اور لوگوں کی مہارت میں اختلاف کی وجہ سے مختلف اشیاء مقابلہ زیادہ سستی لاگت سے بنا لیتے ہیں اور اس طرح اپنے ہاں سستی پیدا ہونے والی اشیاء کا دوسرے ممالک میں مقابلہ زیادہ سستی لاگت سے پیدا ہونے والی اشیاء سے تبادلہ کر کے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، مثلاً جن ممالک میں زرخیز زمینیں زیادہ مقدار میں ہیں وہ زرعی اجناس پیدا کرنے میں مہارت حاصل کر لیتے ہیں، جن ممالک میں معدنیات مثلاً لوہا، کوئلہ وغیرہ جیسی دھاتیں کثیر مقدار میں پائی جاتی ہیں وہ مشینری تیار کرنے میں مہارت حاصل کر لیتے ہیں، غرض کسی ملک کے باشندے کوئی خاص مہارت حاصل کرتے ہیں تو دوسرے کی اشیاء سے اپنی تیار کردہ اشیاء کا تبادلہ کر کے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

خلفاء راشدین کے زمانے میں تجارت خارجیہ کوئی بہت بڑے پیمانے پر نہ تھی اور نہ ہی اس کی طرف خاص طور پر توجہ دی گئی اور نہ ہی خاص طور پر حکومت کی طرف سے بہت زیادہ سہولیات دی گئیں، اس کی سب سے بڑی وجہ مسلمانوں کا دار الحرب کے خلاف جہاد تھا اور جو تجارت مسلمانوں اور اہل حرب کے درمیان تھی وہ دراصل طبعی اور بنیادی ضرورتوں کو پوری کرنے کے لیے تھی۔

خلفائے راشدین کی خلافت میں تجارتی سرگرمیاں دیگر ممالک اور علاقوں کے فتح کرنے کی وجہ سے جزیرہ عرب کی حدود سے نکل کر فارس اور بیزنطہ (یہ ایک بہت پرانا شہر تھا جو کہ ترکی میں واقع تھا، ان کے بادشاہ کو قیصر کہا جاتا تھا، یہ عیسائی تھے، شام تک ان کی حکومت تھی) وغیرہ کی سرحدوں تک پہنچ چکی تھی۔ جب عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی تھے اور ان کی خلافت میں مصر کے گورنر تھے) نے اہل النوبۃ (بلاد النوبۃ سے مراد وہ علاقے جو سوڈان کے شمال اور مصر کے جنوب میں واقع تھے) سے مصالحت کی تو اس میں اس بات کی تصریح تھی کہ دو جانب سے تجارتی سرگرمیاں ہوں گی۔ اہل نوبہ مسلمانوں کو غلام فروخت کرتے تھے اور اس کے بدلے گیہوں، دالیں، غلہ، کپڑے وغیرہ خریدتے تھے۔ ایک قوم (جن کا تعلق اہل حرب سے تھا، بعض کہتے ہیں کہ: وہ اہل ننج تھے، ننج ایک قدیم شہر جو شام میں واقع ہے) نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا اور دارالاسلام میں تجارت کرنے کی درخواست کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے مشورہ کرنے کے بعد ان کو دارالاسلام میں تجارت کرنے کی اجازت دی۔

نوٹ: اس زمانے میں تجارت کے احوال جو ہم تک پہنچے ہیں عام طور پر انفرادی لوگوں کے تجارتی احوال پہنچے ہیں، تفصیلی طور پر برآمدات اور درآمدات کا حجم کتنا تھا، اسی طرح داخلی تجارت اور خارجی تجارت کا کتنا حجم تھا، یہ معلوم نہیں ہو سکا۔

#### تجارت خارجہ کے اصول و ضوابط:

- (۱) اسلامی ملک کی حکومت یا شہری غیر مسلم ممالک سے حرام اشیاء میں سے کوئی پیداوار (پوست، بھنگ، افیون) یا مصنوعات (شراب، الکوحل وغیرہ) یا اجناس (بت، خنزیر) درآمد نہیں کریں گے؛ کیونکہ شریعت نے محرمات کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔
- (۲) اسلامی ملک کی حکومت یا شہری کسی کو کوئی ایسی چیز یا پیداوار برآمد نہیں کریں گے جس سے اسلامی ریاست کو خطرہ ہو، مثلاً اسلحہ، اسلحہ بنانے کا خام مواد، اسلحہ ٹیکنالوجی وغیرہ۔

(۳) تمام تجارتی معاہدات جو شرعاً درست ہوں اور دوسرے ممالک سے کیے جائیں انہیں ضرور پورا کیا جائے۔<sup>31</sup> حربی تاجر کے لیے دارالاسلام میں تجارت کرنے کے لیے وقت مقرر کرنا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ غیر مسلم تاجروں کو مدینہ منورہ آنے کی اجازت دیتے تھے، لیکن صرف تین دن کے لیے، اسی طرح حربی کو اسلامی مملکت میں آنے کے لیے ایک معین مدت تک آنے کی اجازت ہو کرتی تھی۔<sup>32</sup>

#### تجارتی ٹیکس

اسلام میں تجارتی ٹیکس کی ابتداء: اسلام میں سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درآمد چیزوں پر ٹیکس لگایا جو کہ عشر یعنی سامان تجارت کا دسواں حصہ ہوا کرتا تھا، چنانچہ اہل حرب میں سے قوم منبج (جو دریائے پارہتی تھی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ: آپ اپنی سرزمین پر ہمیں تجارت کرنے کی اجازت دیں اور ہم سے عشر وصول کریں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورے کرنے کے بعد ان کو تجارت کرنے کی اجازت دی۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اہل حرب کی تجارت کے بارے میں پوچھا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تجارت کرنے کی اجازت عطا کی اور ان کو حکم دیا کہ: اہل حرب مسلمانوں سے جتنا ٹیکس لیتے ہیں، اتنا ہی ان سے ٹیکس لیا جائے، حربی تاجر سے عشر (یعنی سامان تجارت کا دسواں حصہ)، ذمی تاجر سے نصف عشر اور مسلمان تاجر سے دو سو درہم پر پانچ درہم لو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خشکی اور تری سے آنے کے راستوں مثلاً مصر، شام اور عراق وغیرہ کی سرحدوں پر باقاعدہ محصول (ٹیکس) خانے قائم کیے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بازاروں میں نگران مقرر کر رکھے تھے جو ان غیر مسلم تاجروں سے عشر وصول کرتے جو دوسری جگہوں سے سامان تجارت بیچنے کے لیے لاتے۔<sup>33</sup>

ماہرین کو ذمہ داری سپرد کرنا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو شخص جس کام میں ماہر ہوتا اسے وہی کام میسر کرتے، جیسے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمار بن یاسر، عبداللہ بن مسعود اور عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہم کو کوفہ کی طرف بھیجا اور آپ رضی اللہ عنہ ان کی ذمہ داریاں نے تقسیم فرمائی کہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو نماز اور حرب کی ذمہ داری سونپی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو قضاء اور بیت المال کی ذمہ داری سونپی اور حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو زمین کی پیمائش ناپنے کی ذمہ داری سونپی (کیونکہ یہ تینوں حضرات مذکورہ کاموں کے ماہر تھے)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کو لکھنے پڑھنے کی اہلیت اور حساب و کتاب کا نہایت ماہر ہونے کی بنا پر خزانہ کا افسر مقرر فرمایا، چونکہ بیت المال کام زیادہ تھا اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمن بن عبید اور حضرت معیقب رضی اللہ عنہما کو ان کی ماتحتی میں دے دیا، یہ دونوں حضرات مدینہ منورہ میں حساب میں بہت ماہر اور دیانتدار تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: جس شخص کو قرآن کے بارے میں پوچھنا ہو تو وہ ابی بن کعب کے پاس جائے اور جس شخص کو میراث سے متعلق پوچھنا ہو تو وہ زید بن ثابت کے پاس جائے اور جس شخص کو فقہ کے بارے میں پوچھنا ہو تو وہ معاذ بن جبل کے پاس جائے اور جس شخص کو مال چاہیے ہو تو وہ میرے پاس جائے؛ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے اس کا خزانچی اور اس کے لیے تقسیم کرنے والا بنایا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ٹیکس مال غنیمت، فسی، خراج وغیرہ وصول کرنے کے لیے ماہرین عمال کا انتخاب فرمایا کرتے تھے، جو احسن طریقے سے اپنی ذمہ داریاں انجام دیتے تھے، جیسے عدل و انصاف کے ساتھ ٹیکس مقرر کرنا، وصول شدہ ٹیکس کی نگرانی کرنا، ٹیکس کی وصولی میں نرمی کرنا وغیرہ وغیرہ، جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے السائب بن الاقرع کو بعض غزوات کے غنائم پر نگران مقرر فرمایا؛ کیونکہ السائب بن الاقرع لکھنا جانتے تھے اور حساب و کتاب کا علم بھی رکھتے تھے یعنی ایک اچھے منشی تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو (جبکہ وہ خلیفہ تھے) مشورہ دیا کہ: وہ صدقات کی وصولیابی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی صلاحیت سے استفادہ کرے؛ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے مشورے سے عثمان بن

حنیف کو عراق کی خراجی زمینوں کی پیمائش اور جزیہ مقرر کرنے کے لیے بھیجا اور کہا کہ: مختلف زمینوں میں ان کی پیداواری صلاحیت کے پیش نظر خراج مقرر کیا جائے، چونکہ عثمان بن حنیف عقلمند، صاحب بصیرت اور مذکورہ کام کے ماہر تھے، سو انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری احسن طریقے سے ادا کی۔<sup>34</sup>

**خلیفہ کا ماہرین سے رائے لینا:** حضرت عمر رضی اللہ عنہ ماہرین سے (اگرچہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو) مفتوحہ علاقوں میں خراج کے تعیین کے بارے میں پوچھا کرتے تھے، تاکہ ان علاقوں میں عدل کے ساتھ خراج مقرر اور متعین کیا جاسکے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (عراق کے خراج پر متعین دو عامل) حضرت حذیفہ بن الیمان اور حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہما کو پیغام دیا کہ دونوں میں سے ہر ایک اپنے اپنے علاقے کا سردار ان کے پاس بھیجے، جب وہ دونوں سردار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ؟ تم لوگ اعاجم کو (جبکہ وہ تم پر حاکم تھے اور تم ان کے ماتحت تھے) اپنی زمینوں کا خراج کتنا ادا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ: ستائیس درہم دیا کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میں اس مقدار پر راضی نہیں ہوں کہ، تم سے ستائیس درہم لوں، بلکہ زمینوں کی پیمائش کی جائے گی پھر اس پر خراج متعین کیا جائے گا، یہ طریقہ خراج دینے والوں کے لیے زیادہ بہتر ہے اور اس میں خیر و بھلائی بھی زیادہ ہے اور اس طریقے میں خراج وغیرہ بھی بڑھے گا اور دینے والوں پر ایسا بوجھ بھی نہیں ڈالا جائے گا جس کو وہ اٹھانہ سکے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جزیہ مقرر کرنے سے پہلے اس علاقے کے بعض لوگوں سے ان کے کام، ان کے اہل و عیال اور ان دنوں کے بارے میں پوچھے جن دنوں میں ان کے پاس کام کا ج نہ ہوتا تھا (ان تمام صورت حال کو مد نظر رکھ کر جزیہ مقرر کیا جاتا تھا)۔

**عمال کو زکوٰۃ، ٹیکس وغیرہ کی تعلیم دینا:** حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عمال کو مالیات سے متعلق مفصل احکامات لکھ کر بھیجا کرتے تھے، جیسے زکوٰۃ، صدقات وغیرہ سے متعلق احکامات آپ نے تفصیل کے ساتھ لکھے یعنی زکوٰۃ کے نصاب اور کتنا لیا جائے اور کس طرح لیا جائے وغیرہ، اسی طرح خراج اور جزیہ سے متعلق احکامات بھی آپ رضی اللہ عنہ اپنے عمال کو دیا کرتے تھے۔

**جانوروں کے پالنے کی ترغیب:** حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو ظبیان الازدی سے ان کے وظیفہ کی مقدار کے بارے میں پوچھا؟ جب انہوں نے وظیفہ کی مقدار کے بارے میں بتایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے جواب میں فرمایا کہ: اس مال کو کھیتی باڑی اور مویشی میں خرچ کرو، یعنی مذکورہ چیزیں خریدو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجاہدین سے فرمایا: (جو کہ مختلف جگہوں کے فتح کرنے میں مشغول تھے) کہ عرب کے اموال (مویشیوں) کو لازم پکڑو یعنی؛ کیونکہ جہاں تم اترتے ہو اور قیام کرتے ہو وہی وہ جانور بھی تمہارے ساتھ قیام کریں گے۔<sup>35</sup>

**گورنروں کے اموال کی نگرانی:** حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ماتحت عمال اور حکمرانوں کی مالی اعتبار سے مختلف طریقوں سے نگرانی کیا کرتے تھے، تاکہ کوئی اپنے اثر و رسوخ استعمال کر کے مال نہ کمائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی کو عامل بناتے تو اس وقت اس کے پاس جتنا مال ہو تا وہ لکھ لیا کرتے تھے، تاکہ اس کے مال کی نگرانی کی جاسکے کہ عامل بننے کے بعد اس کا مال کتنا بڑھا۔ اس اصول پر آج بھی بہت سے ممالک میں عمل کیا جاتا ہے کہ پارلیمنٹ میں جو ممبران منتخب ہو کر آتے ہیں وہ اپنے مالی اثاثہ جات ظاہر کرتے ہیں اور اگر چھپائے تو

اپنے عہدوں سے مستعفی ہونا پڑتا ہے، جیسا کہ آج کل برطانیہ میں ہوا کہ اپنے مالی اثاثہ جات چھپانے کی وجہ سے وہاں کے وزیراعظم ڈیوڈ کیمرن کو مستعفی ہونا پڑا۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمال میں سے کسی کے پاس دولت زیادہ ہو جاتی تو باقاعدہ ان سے پوچھا جاتا کہ تمہارے پاس یہ دولت کہاں سے آئی اور اگر وہ صحیح اور معقول سبب اور وجہ نہیں بتا پاتا تو اس کی وہ زائد دولت تقسیم کر دی جاتی تھی، جیسے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جب وہ بحرین سے واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: اے اللہ اور اس کے کتاب کے دشمن! کیا تم نے اللہ کے مال سے چوری کی ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: میں اللہ اور اس کی کتاب کا دشمن نہیں ہوں، مگر میں تو اس کا دشمن ہوں جو ان دونوں سے دشمنی رکھتا ہو اور نہ ہی میں نے اللہ کے مال سے چوری کی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: پھر کس طرح تم نے دس ہزار دراہم جمع کر لیے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: اے امیر المؤمنین! میرے گھوڑے ہیں جن میں تو والد و تناسل کا سلسلہ چلتا رہا (ان کو بیچ کر مال حاصل کیا) اور مال غنیمت وغیرہ میں سے مجھے میرا حصہ ملا اور تنخواہ جو مجھے ملتی رہی (ان مذکورہ چیزوں کی وجہ سے میرے پاس دس ہزار دراہم جمع ہوئے) تب جا کر امیر المؤمنین کے حکم سے ان دراہم پر قبضہ کیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حارث بن وہب کو معزول کیا اور ان سے فرمایا کہ: کیا تم نے غلام اور اونٹنی کو ایک سو دینار میں فروخت کیا؟ حارث نے جواب میں کہا کہ: میں اپنے مال لے کر گیا تھا، اس کے ذریعے میں نے تجارت کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے تمہیں مسلمانوں کے اموال میں تجارت کرنے کے لیے نہیں بھیجا تھا...<sup>36</sup>

**گورنرو عمال کو تجارت کرنے کی ممانعت:** حضرت عمر رضی اللہ عنہ گورنروں کو تجارت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ: (جبکہ وہ گورنر تھے) ہرگز (کوئی چیز) مت بیچنا اور ہرگز کوئی چیز نہ خریدنا (یعنی تجارت مت کرنا)...<sup>37</sup> حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تجارت امیر (حکمران) کے لیے اس کی حکمرانی کی بابت نقصان دہ ہے۔"<sup>38</sup> حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا امیر مقرر کیا اور ایک سال تک وہاں کے امیر رہے، ان کے ایک غلام نے (جانوروں کا) چارہ فروخت کیا، کوفہ کا ایک وفد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ: ہمیں ابو موسیٰ اشعری کی کوئی ضرورت نہیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیوں؟ انہوں نے کہا کہ: ابو موسیٰ اشعری کا غلام ہمارا چارہ بیچ کر تجارت کرتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی امارت سے معزول کر کے بصرہ کا امیر مقرر کیا۔<sup>39</sup>

**حکمرانوں کا تجارت میں مشغول ہونے نقصانات:** حکمرانوں کا تجارت میں مشغول ہونے کی وجہ سے کئی نقصانات لازم آتے ہیں، جن میں سے چند ذیل میں ذکر کیے جاتے ہیں:

(۱) امیر اپنا غلط اثر و رسوخ استعمال کر کے خوب مال کما سکتے ہیں۔



(۲) اگر حکمران تجارت کرنے لگے تو ان کو جو سہولیات اور آسانیاں میسر ہیں وہ دوسرے تاجروں کو میسر نہیں، لہذا اس سے تجارتی آزادی کے ختم ہونے کا امکان ہے اور تجارت کا ایک بڑے حصے کا حکمرانوں کے ہاتھ میں مقید رہنے کا امکان ہے۔

(۳) حکمرانوں کا تجارت میں مشغول ہونے کی وجہ سے حکومتی ذمہ داریاں اور رعایہ کے حقوق کی ادائیگی صحیح طور پر سرانجام نہیں دیں گے۔  
(۴) کبھی کبھی حکمران تجارت کی آڑ میں مسلمانوں کا مال لینے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۵) اگر تجارت میں حکمران کے ساتھ کسی تاجر کا مقابلہ ہو تو وہ حکومتی ذرائع کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے اس تاجر سے آگے نکلنے کی کوشش کرے گا اور اپنے فوائد کے لیے اسے نقصان پہنچانے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔<sup>40</sup>

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود تجارت کیا کرتے تھے، حالانکہ وہ خلیفہ تھے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: "جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو وہ اور ان کے اہل و عیال بیت المال سے مقرر شدہ وظیفہ میں سے کھایا کرتے تھے اور وہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) اپنے ذاتی مال میں تجارت کیا کرتے تھے"۔<sup>41</sup>

سوال: سوال یہ ہے کہ وہ خود تو خلیفہ بننے کے بعد تجارت کیا کرتے تھے اور اپنے گورنروں کو اور امراء کو تجارت کرنے سے منع کرتے تھے؟  
جواب: (۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کی ابتدا میں تجارت کیا کرتے تھے، اس وقت نہ تو کثرت کے ساتھ علاقے فتح ہوئے تھے اور نہ ہی اموال کی فراوانی تھی، لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے اخراجات پورے کرنے کے لیے تجارت کیا کرتے تھے، لیکن قادیسیہ اور دمشق وغیرہ کے فتح ہونے کے بعد اموال کی ریل پیل ہوئی اور اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ مکمل طور پر مسلمانوں کے معاملات و امور کی طرف توجہ دینی چاہیے اور دوسری تجارتی سرگرمیاں چھوڑ دینی چاہیے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ: وہ ان (حضرت عمرؓ) کے لیے وظیفہ (تنخواہ) مقرر کر دیں؛ تاکہ وہ مکمل طور پر مسلمانوں کے امور کی طرف متوجہ ہوں، چنانچہ انہوں نے حضرات صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ: میں تاجر آدمی تھا اور آپ لوگوں نے مجھے اپنے امور (یعنی خلافت) میں مشغول و مصروف کر دیا، لہذا آپ لوگ کیا سمجھتے کہ مجھے بیت المال میں کتنا مال (تنخواہ) لینا جائز ہے... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میں دو جوڑوں کا مستحق ہوں، ایک سردی کے لیے اور ایک جوڑا گرمی کے لیے اور میرے اہل و عیال کے لیے اتنی خوراک ہونا چاہیے جتنی قریش کے اس آدمی کی ہوتی ہے جو نہ امیر ہو اور نہ فقیر (یعنی معتدل خوراک) اور سواری جس پر میں حج اور عمرہ کروں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: پھر میں مسلمانوں میں سے ایک مسلمان آدمی ہوں جو تکالیف و مصائب ان کو پہنچیں گے وہ مجھے بھی پہنچیں گے یعنی اگر کسی مصیبت قحط وغیرہ کی وجہ سے بیت المال میں مال باقی نہ رہے یا کم ہو جائے تو جس طرح باقی مسلمانوں کے وظائف میں کمی کی جائے گی اسی طرح میرے وظیفے میں بھی کمی کی جاسکتی ہے۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ امراء و عمال کو اتنی تنخواہ دیا کرتے تھے جو ان کے لیے کافی ہو کرتی؛ تاکہ وہ تجارت میں مشغول نہ ہو جائیں اور اپنی ذمہ داریاں صحیح طور پر ادا کر سکے۔

۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی امراء کو تجارت سے منع کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں امراء اپنے اثر و رسوخ کا غلط استعمال نہ کریں اور دوسرے تاجر لوگ ان کی حکمرانی کی وجہ سے ان کے ساتھ خاص رعایت نہ کرے یا تاجر لوگ اپنے مفادات کے لیے ان پر مہربان نہ ہو۔<sup>42</sup>

زمانہ اسلام میں عرب کے بازار: زمانہ جاہلیت میں جس طرح مختلف موسموں میں بازار لگا کرتے تھے، عرب لوگوں کا شہری زندگی اختیار کرنے کے بعد ان موسمی بازاروں کی اہمیت اور حاجت باقی نہیں رہی؛ کیونکہ عرب لوگوں نے بڑے بڑے شہروں مثلاً شام، عراق، مصر، فارس (ایران)، کوفہ، بصرہ، بغداد وغیرہ میں رہائش اختیار کی اور ہر شہر میں مستقل بازار ہوا کرتے تھے، مسلمان حکمران بھی نئے نئے شہروں میں بازار بنانے کا حکم دیا کرتے تھے، جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار بنانے کا حکم دیا کرتے تھے کہ جہاں لوگ خرید و فروخت کرے، چنانچہ انہوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مصر میں مسلمانوں کے لیے ایک بازار قائم کیا جائے۔ عرب ان مستقل لگنے والے بازاروں کی طرف مائل ہو گئے، ان بازاروں میں تقریباً ہر قسم کی چیزیں پائی جاتی تھیں، جس کی وجہ سے موسمی بازاروں کی ضرورت باقی نہ رہی، چونکہ ہر شہر میں مختلف ممالک کی چیزیں بکثرت پائی جاتی تھی جس کی وجہ سے انہیں دوسری جگہوں پر جانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی، لہذا دوسری صدی ہجری کے ختم ہونے سے پہلے یہ موسمی بازار لگنا ختم ہو گئے اور تجارت نے ان بازاروں میں قدم جمالیے جو مختلف شہروں اور بندرگاہوں میں مستقل لگا کرتے تھے۔

#### خلاصہ بحث:

- ☆ خلفاء راشدین کے عہد مبارک میں تجارت داخلیہ و خارجیہ دونوں پر توجہ دی گئی۔
- ☆ تجارت کرنے کی ترغیب دی جاتی اور تاجروں کو تجارت سے متعلق نصیحتیں کی جاتی تھیں۔
- ☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں تاجروں پر تجارتی احکامات کا جاننا لازم قرار دیا گیا۔
- ☆ محتسب کا تقرر عمل میں لایا گیا، یعنی بازار میں تجارتی سرگرمیوں پر نظر رکھنے کے لیے (کہ آیا تجارتی سرگرمیاں شرعاً صحیح ہو رہی ہے یا نہیں) محتسب (نگراں) مقرر کیا گیا۔
- ☆ تجارتی ٹیکس: اسلام میں سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درآمدی اشیاء پر ٹیکس لگایا۔
- ☆ جانوروں کے پالنے کی ترغیب: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جانوروں کے پالنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔
- ☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گورنروں اور عمال کو تجارت کرنے سے منع کر رکھا تھا؛ کیونکہ حکمرانوں کے تجارت میں مشغول ہونے سے نقصانات ہوا کرتے ہیں، جو آج کل ہم اپنے ملک میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔
- ☆ زمانہ اسلام میں موسمی بازاروں کا خاتمہ ہوا (جو کہ مختلف ایام میں مختلف جگہوں میں لگا کرتے تھے) کیونکہ عرب لوگوں نے بڑے بڑے شہروں مثلاً عراق، شام، فارس (ایران)، کوفہ، بصرہ وغیرہ میں رہائش اختیار کی اور ہر شہر میں مستقل بازار ہوا کرتے تھے۔

## مراجع و حواشی

- 1 - (الف) ابن كثير ، أبو الفداء ، إسماعيل بن عمر بن كثير ، مسند أمير المؤمنين أبي حفص عمر بن الخطاب رضي الله عنه وأقواله على أبواب العلم ، تحقيق : عبد المعطي قلعي ، ج : ١ ، ص : ٣٣١ ، (طبع اول) المنصورة - مصر ، دار الوفاء ، ١٣١١ هـ ، ١٩٩١ء . (ب) جريبة بن أحمد بن سنيان ، ذاكر ، الفقه الإقتصادي لأمير المؤمنين عمر بن الخطاب ، ص : ١٠١ ، (طبع اول) جدة - المملكة العربية السعودية ، دار الاندلس للنشر و التوزيع ، ١٣٢٣ هـ ، ٢٠٠٣ء .
- 2 - ابن أبي شيبة ، عبد الله بن محمد بن إبراهيم ، المصنف في الأحاديث والآثار ، تحقيق : كمال يوسف الحوت ، ج : ٢ ، ص : ٢٦٤ ، رقم الحديث : ٢٢١٨١ (طبع اول) الرياض - المملكة العربية السعودية ، مكتبة الرشد ، ١٤٠٩ هـ .
- 3 - ابن أبي الدنيا ، أبو بكر ، عبد الله بن محمد بن عبيد ، إصلاح المال ، تحقيق : محمد عبد القادر عطا ، ص : ٣٩ ، ٤٢ ، (طبع اول) بيروت - لبنان ، مؤسسة الكتب الثقافية ، ١٣١٣ هـ ، ١٩٩٣ء .
- 4 - ابن كثير ، أبو الفداء ، إسماعيل بن عمر بن كثير ، مسند أمير المؤمنين أبي حفص عمر بن الخطاب رضي الله عنه وأقواله على أبواب العلم ، تحقيق : عبد المعطي قلعي ، ج : ١ ، ص : ٣٣١ .
- 5 - محمد يوسف الدين ، ذاكر ، اسلام کے معاشی نظریے ، ج : ١ ، ص : ٢١٩ ، ٢٢٠ ، کراچی - پاکستان ، الائنڈ بک کمپنی ، جامعہ کراچی ، ١٩٨٣ء .
- 6 - محمد ضيف الله ، ذاكر ، الحياة الاقتصادية في صدر الاسلام ، ص : ١٠٠ ، دار الفرقان ، ١٣٠٤ هـ ، ١٩٨٤ء .
- 7 - ابن كثير ، أبو الفداء ، إسماعيل بن عمر بن كثير ، مسند أمير المؤمنين أبي حفص عمر بن الخطاب رضي الله عنه وأقواله على أبواب العلم ، تحقيق : عبد المعطي قلعي ، ج : ١ ، ص : ٣٣٢ .
- 8 - ابن سلام ، أبو عبيد ، القاسم بن سلام الهروي ، غريب الحديث ، تحقيق : د. محمد عبد المعيد خان ، ج : ٣ ، ص : ٣٢٦ ، (طبع اول) بيروت - لبنان ، دار الكتاب العربي ، ١٣٩٢ هـ .
- 9 - ابن مفلح ، عبد الله محمد ابن مفلح المقدسي ، الآداب الشرعية ، تحقيق : شعيب الارنؤوط ، عمر القيام ، ج : ٣ ، ص : ٢٨٥ ، (طبع سوم) بيروت - لبنان ، مؤسسة الرسالة ، ١٣١٩ هـ ، ١٩٩٩ء .
- 10 - عبد الرزاق بن همام ، أبو بكر ، المصنف ، تحقيق : حبيب الرحمن الأعظمي ، ج : ٨ ، ص : ٢٠٦ ، رقم الحديث : ١٣٩٠١ . ص : ٢٠٤ ، رقم الحديث : ١٣٩٠٦ ، (طبع دوم) هندوستان ، المجلس العلمي ، بيروت - لبنان ، المكتب الإسلامي ، ١٣٠٣ هـ .
- 11 - مالك بن أنس ، الموطأ ، تحقيق : محمد مصطفى الأعظمي ، كتاب البيوع ، باب الحكرة والتربص ، ج : ٢ ، ص : ٩٢٢ ، رقم الحديث : ٢٣٩٨ ، (طبع اول) مؤسسة زايد بن سلطان آل نهيان ، ٢٠٠٣ء ، ١٣٢٥ هـ .
- 12 - ابن حجر ، أبو الفضل ، أحمد بن علي بن حجر ، فتح الباري شرح صحيح البخاري ، تحقيق : محب الدين الخطيب ، رقم كتبه و أبوابه و أحاديثه : محمد فؤاد عبد الباقي ، ج : ١٣ ، ص : ١٢٦ ، (طبع اول) قاهره - مصر ، دار الريان للتراث ، ١٣٠٤ هـ ، ١٩٨٦ء .
- 13 - (الف) ابن كثير ، أبو الفداء ، إسماعيل بن عمر بن كثير ، مسند أمير المؤمنين أبي حفص عمر بن الخطاب رضي الله عنه وأقواله على أبواب العلم ، تحقيق : عبد المعطي قلعي ، ج : ١ ، ص : ٣٣٤ . (ب) محمد ضيف الله ، ذاكر ، الحياة الاقتصادية في صدر الاسلام ، ص : ١١٦ .

- 14 - الترمذی ، أبو عیسی ، محمد بن عیسی ، سنن الترمذی ، موسوعة الحديث الشريف الكتب الستة ، كتاب الصلاة ، باب ما جاء في فضل الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم، ص: ١٢٩٢، حديث نمبر: ٢٨٤، (طبع سوم)رياض - المملكة العربية السعودية، دار السلام للنشر و التوزيع، ٢٠٠٠ء، ١٣٢١ هـ.
- 15 - الكتاني ، محمد عبد الحي بن عبد الكبير ، التراتيب الإدارية ، تحقيق : عبد الله الخالدي ، ج : ٢، ص : ١٤، (طبع دوم)بيروت، لبنان، دار الأرقم.
- 16 - ابن شَبَّه ، أبو زيد ، عمر بن شَبَّه ، تاريخ المدينة المنورة، تحقيق : فهميم محمد شلتوت ، ج : ٢، ص: ٤٣٨، جدة - المملكة العربية السعودية، ١٣٩٩ هـ، ١٩٤٩ء.
- 17 - ابن ماجه ، أبو عبدالله ، محمد بن يزيد ، سنن ابن ماجه ، موسوعة الحديث الشريف الكتب الستة ، أبواب التجارات، باب الأسواق ودخولها، ص: ٢٦١٠ ، حديث نمبر : ٢٢٣٣، (طبع سوم)رياض - المملكة العربية السعودية، دار السلام للنشر و التوزيع، ٢٠٠٠ء، ١٣٢١ هـ.
- 18 - أبو داود ، سليمان بن الأشعث ، سنن أبي داود ، موسوعة الحديث الشريف الكتب الستة، كتاب الإجارة ، باب النهي عن الغش، ص: ١٣٨١ ، حديث نمبر : ٣٣٥٢، (طبع سوم)رياض - المملكة العربية السعودية، دار السلام للنشر و التوزيع، ٢٠٠٠ء، ١٣٢١ هـ.
- 19 - محمد ضيف الله ، ڈاکٹر ، الحياة الاقتصادية في صدر الاسلام ، ص : ١٠٠، ١٠٢.
- 20 - الشافعي ، أبو عبد الله، محمد بن إدريس ، كتاب الأم ، تحقيق: الدكتور رفعت فوزي عبد المطلب ، ج : ٣، ص: ١٢، (طبع اول) المنصورة - مصر، دار الوفاء للطباعة و النشر و التوزيع، ١٣٢٢ هـ ، ٢٠٠١ء.
- 21 - (الف) جريبة بن أحمد بن سنيان، ڈاکٹر ، الفقه الإقتصادي لأُمير المؤمنين عمر بن الخطاب ، ص: ٥٣٢. (ب) الطبري، أبو جعفر ، محمد بن جرير، تاريخ الطبري، صلة تاريخ الطبري لعريب بن سعد القرطي - تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري ، ج: ٢، ص : ١٨٨، (طبع دوم) بيروت - لبنان، دار التراث، ١٣٨٤ هـ.
- 22 - أبو عبيد ، القاسم بن سلام بن عبد الله الهروي البغدادي، كتاب الأموال ، تحقيق : الدكتور محمد عمارة ، ص : ١٢٦، ١٢٤، (طبع اول) بيروت - لبنان، دار الشروق، ١٣٠٩ هـ، ١٩٨٩ء.
- 23 - مسلم بن الحجاج ، أبو الحسين ، صحيح مسلم ، موسوعة الحديث الشريف الكتب الستة ، كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار والأمنّ بالعطية وتنفيق السلعة بالخلف وبيان الفلاحة الذين لا يكلمهم الله يوم القيامة ولا ينظر إليهم ولا يزكهم ولهم عذاب أليم، ص: ٢٩٦، حديث نمبر : ٢٩٣، (طبع سوم)رياض - المملكة العربية السعودية، دار السلام للنشر و التوزيع، ٢٠٠٠ء، ١٣٢١ هـ.
- 24 - اسلامي طريقه تجارت، جماعت علماء، تجار اور ماہرین علوم جدیدہ، ج: ٣، ص: ٩١ تا ٩٥، (طبع اول) پاکستان، ٢٠١١ء، ١٣٣٢ هـ.
- 25 - الترمذی ، أبو عیسی ، محمد بن عیسی ، سنن الترمذی ، موسوعة الحديث الشريف الكتب الستة ، ابواب البيوع ، باب ما جاء في التسعير ، ص: ٤٨٣، ٤٨٢، حديث نمبر: ١٣١٢.
- 26 - عثمانی ، ڈاکٹر ، محمد زبیر اشرف ، جيد معاشی نظام میں اسلامی قانون اجارہ، ص : ٣٤ تا ٣٤، (طبع جدید) کراچی - پاکستان، ادارة المعارف ، ١٣٢٦ هـ، ٢٠٠٥ء.

- 27 - (الف) شامي ، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز الدمشقي، حاشية رد المختار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار ، ج : ٦ ، ص : ٣٠٠ ، بيروت - لبنان، دار الفكر للطباعة و النشر، ١٣٢١ هـ ، ٢٠٠٠. (ب) اسلامى طريقه تجارت، جماعت علماء، تجار اور ماهرين علوم جديده، ج: ٣، ص: ١١٠، ١١١.
- 28 - مالك بن أنس ، الموطأ ، تحقيق : محمد مصطفى الأعظمي، كتاب البيوع، باب الحكرة والتريص، ج: ٣، ص: ٩٢٢، ٩٢٣، رقم الحديث : ٢٣٩٩.
- 29 - عبد الرزاق بن همام ، أبو بكر ، المصنف ، تحقيق : حبيب الرحمن الأعظمي ، ج : ٨ ، ص : ٢٠٦ ، رقم الحديث : ١٣٩٠٣.
- 30 - عبد الرزاق بن همام ، ايضا ، ج : ١ ، ص : ٩٢ ، رقم الحديث : ٣٢٢.
- 31 - (الف) محمد ضيف الله ، ڈاکٹر ، الحياة الاقتصادية في صدر الاسلام ، ص: ١٠٠، ١٠٢. (ب) البلاذري ، أبو العباس، أحمد بن يحيى بن جابر، فتوح البلدان، تحقيق: عبد الله أنيس الطباع وعمر أنيس الطباع ، ص : ٣٣٢ ، بيروت - لبنان، مؤسسة المعارف، ١٣٠٤ هـ ، ١٩٨٤ء.
- (ج) أبو يوسف ، الإمام ، يعقوب بن إبراهيم الأنصاري ، كتاب الخراج ، ص : ١٣٥ ، بيروت - لبنان، دار المعرفة، ١٣٩٩ هـ ، ١٩٤٩ء. (د) اسلامى طريقه تجارت، جماعت علماء، تجار اور ماهرين علوم جديده، ج: ٣، ص: ٢٣٦، ٢٣٥، ٢٣٦.
- 32 - (الف) عبد الرزاق بن همام ، أبو بكر ، المصنف ، تحقيق : حبيب الرحمن الأعظمي ، ج : ١٠ ، ص : ٣٥٤ ، رقم الحديث : ١٩٣٦٠.
- (ب) يحيى بن آدم ، أبو زكرياء ، الخراج ، تحقيق : أحمد شاکر ، ص : ٢٥ ، (طبع دوم) القاهرة - مصر، المطبعة السلفية ومكتبتها، ١٣٨٣ هـ.
- 33 - (الف) أبو يوسف ، الإمام ، يعقوب بن إبراهيم الأنصاري ، كتاب الخراج ، ص : ١٣٥ . (ب) يحيى بن آدم ، أبو زكرياء ، الخراج ، تحقيق : أحمد شاکر، ص: ١٦٩. (ج) محمد يوسف الدين ، ڈاکٹر ، اسلام کے معاشی نظریے ، ج : ٢ ، ص : ٦٣٨ . (د) جریبة بن أحمد بن سنيان ، ڈاکٹر ، الفقه الإقتصادي لأمر المؤمنين عمر بن الخطاب ، ص : ٥٥١ .
- 34 - (الف) أبو يوسف ، الإمام ، يعقوب بن إبراهيم الأنصاري، كتاب الخراج ، ص : ٢٦، ٣٦. (ب) أبو عبيد ، القاسم بن سلام بن عبد الله ، كتاب الأموال ، تحقيق: الدكتور محمد عمارة ، ص: ٣١٢. (ج) الطبري ، أبو جعفر ، محمد بن جرير، تاريخ الطبري ، صلة تاريخ الطبري لعريب بن سعد القرطبي - تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري ، ج : ٣ ، ص: ١١٦. (د) جریبة بن أحمد بن سنيان ، ڈاکٹر ، الفقه الإقتصادي لأمر المؤمنين عمر بن الخطاب ، ص: ٥٩١، ٥٩٢. (هـ) ابن حجر ، أبو الفضل ، أحمد بن علي بن حجر ، الإصابة في تمييز الصحابة ، تحقيق : علي محمد البجاوي ، ج : ١ ، ص : ١٢٨ ، (طبع دوم) بيروت - لبنان، دار الجيل، ١٣١٢ هـ. (ز) اسلامى طريقه تجارت، جماعت علماء، تجار اور ماهرين علوم جديده، ج: ٣، ص: ١٣٩.
- 35 - (الف) أبو يوسف ، الإمام ، يعقوب بن إبراهيم الأنصاري، كتاب الخراج، ص: ٣٤ ، ٣٨ ، ٨٥ ، ٨٦. (ب) جریبة بن أحمد بن سنيان، ڈاکٹر ، الفقه الإقتصادي لأمر المؤمنين عمر بن الخطاب، ص: ٩٩، ٥٩٣، ٥٩٤. (ج) ابن زنجويه، أبو أحمد ، حميد بن مخلد بن قتيبة، الأموال ، تحقيق: د. شاکر ذيب فياض، ص: ١٥٨ ، (طبع اول) السعودية، مركز الملك فيصل للبحوث والدراسات الإسلامية، ١٣٠٦ هـ ، ١٩٨٦ء. (د) ابن الأثير، أبو السعادات، المبارك بن محمد الجزري، النهاية في غريب الحديث والأثر ، تحقيق: طاهر أحمد الزاوي ، محمود محمد الطناحي، ج : ٢ ، ص: ٣٢١ ، بيروت - لبنان ، المكتبة العلمية ، ١٣٩٩ هـ ، ١٩٤٩ء.
- 36 - (الف) جریبة بن أحمد بن سنيان ، ڈاکٹر ، الفقه الإقتصادي لأمر المؤمنين عمر بن الخطاب، ص: ٥٨٦، ٥٨٨. (ب) البلاذري ، أحمد بن يحيى ، جمل من أنساب الأشراف ، تحقيق : سهيل زکار و رياض الزركلي ، ج : ١٠ ، ص: ٣٦٠ ، (طبع اول) بيروت - لبنان ، دار الفكر ،

- ۱۳۱۷ھ، ۱۹۹۶ء۔ (ج) ابن سعد، أبو عبد الله، محمد بن سعد، الطبقات الكبرى، تحقيق: الدكتور علي محمد عمر، ج: ۵، ص: ۲۵۲، (طبع اول) قاہرہ - مصر، مكتبة الخانجي، ۱۳۲۱ھ، ۲۰۰۱ء۔ (د) ابن حجر، أبو الفضل، أحمد بن علي بن حجر، الإصابة في تمييز الصحابة، تحقيق: علي محمد البجاوي، ج: ۱، ص: ۶۰۹۔
- 37- عبد الرزاق بن همام، أبو بكر، المصنف، تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمي، ج: ۸، ص: ۳۰۰، رقم الحديث: ۱۵۲۹۰۔
- 38- البيهقي، أبو بكر، أحمد بن الحسين بن علي، السنن الكبرى، تحقيق: محمد عبد القادر عطا، كتاب آداب القاضي، باب ما يكره للقاضي من الشراء والبيع والنظر في النفقة على أهله وفي ضيعته لئلا يشغل فهمه، ج: ۱۰، ص: ۱۸۳، حديث نمبر: ۲۰۲۹۰، (طبع سوم) بيروت - لبنان، دار الكتب العلمية، ۲۰۰۳ء، ۱۳۲۳ھ۔
- 39- الطبري، أبو جعفر، محمد بن جرير، تاريخ الطبري، صلة تاريخ الطبري لعريب بن سعد القرطبي - تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري، ج: ۴، ص: ۱۶۵۔
- 40- جريبة بن أحمد بن سنيان، ڈاکٹر، الفقه الإقتصادي لأمير المؤمنين عمر بن الخطاب، ص: ۱۰۹، ۱۱۰۔
- 41- ابن شبة، أبو زيد، عمر بن شبة، تاريخ المدينة المنورة، تحقيق: فہیم محمد شلتوت، ج: ۲، ص: ۶۹۵۔
- 42- (الف) الطبري، أبو جعفر، محمد بن جرير، تاريخ الطبري، صلة تاريخ الطبري لعريب بن سعد القرطبي - تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري، ج: ۳، ص: ۶۱۶۔ (ب) جريبة بن أحمد بن سنيان، ڈاکٹر، الفقه الإقتصادي لأمير المؤمنين عمر بن الخطاب، ص: ۱۱۱۔ (ج) ابن كثير، أبو الفداء، إسماعيل بن عمر بن كثير، البداية والنهاية، تحقيق: عبد الله بن عبد المحسن التركي، ج: ۱۰، ص: ۱۸۳، ۱۸۲، الجيزة - مصر، دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان، ۱۳۲۳ھ، ۲۰۰۳ء۔



This work is licensed under a [Creative Commons Attribution 4.0 International License](https://creativecommons.org/licenses/by/4.0/).